مولائی شیدائی
تدوین و ترتیب: رحمت فرخ آبادی

میاں آدم شاہ شہید

سرزمینِ سکھر میں جو بزرگانِ دین ابدی نیند سو رہے ہیں، ایک زمانہ تھا کہ ان کی مسندوں سے علم و عرفان کے چشمے پھوٹتے تھے اور ان کی خانقاہوں سے معرفت و عظمتِ الٰہی کے نغمے گونجتے تھے لیکن اب یہ مسندیں خالی اور خانقاہیں ویران ہیں۔ اسی طرح ان کے وہ مدرسے جن سے علم و فضل کے دریا بہتے تھے، سُونے ہوگئے ہیں۔ میاں آدم شاہ شہید سندھ کے ان ہی بزرگانِ دین میں سے تھے۔ وہ جماعت اولیائے سکھر کے ایک گلِ سر سبد تھے۔

حسب و نسب

عباسی کلہوڑہ حکمرانوں نے ۱۱۳۱ھ (بمطابق ۱۷۱۹ء) سے ۱۱۹۷ھ (بمطابق ۱۷۸۲ء) تک سندھ پر حکومت کی۔ میاں آدم شاہ شہید ان ہی کلہوڑہ حکمرانوں کے مورثِ اعلیٰ تھے۔ آپ کا آبائی وطن سندھ ہے اور سلسلۂ نسب یہ ہے: میاں آدم شاہ بکھری بن میاں نور شاہ عرف گجن شاہ بن صاحبڈنہ بن میاں خان محمد بن محمد طاہر بن رافع بن شاہ محمد بن ابراہیم بن محمد طاہر بن چنیہ بن قائم بن عبدالرحمٰن بن عباس بن مامون بن ہارون بن ابو عبداللہ مہدی بن عم النبیؐ۔

میاں آدم شاہ ایک صاحبِ حال و قال بزرگ تھے، ظاہری اور باطنی فضل و کمال سے آراستہ تھے، وطن سکھر تھا اور ملتان کے سہروردیہ بزرگوں سے روحانی تعلقات اور عقیدت رکھتے تھے۔

مہدویہ تحریک

میاں آدم شاہ کا دور ۱۵۵۲ء سے ۱۵۹۲ء تک ہے۔ آپ سندھ کے عباسی کلہوڑہ خاندان کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ اس زمانے میں مہدویہ تحریک کا چرچا ہر طرف ہو رہا تھا۔ یہ فرقہ سید محمد جون پوری سے منسوب ہے۔ مہدویہ تحریک درحقیقت ایک درویشانہ اور صوفیانہ تحریک تھی، دعوت و تبلیغ، احیائے شریعت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا مقصدِ اصلی تھا۔

سید محمد جون پوری اور ان کے ابتدائی دور کے پیرو بڑے پاک نفس اور خدا پرست تھے، لیکن بعض

دین اس جماعت اور تحریک کے خلاف تھے اور انھوں نے سید محمد جون پوری کی نسبت اعتقاد اور مہدیہ وغیرہ کو بنیاد بنا کر ان کے خلاف فتویٰ دیا۔ سید محمد جون پوری کے انتقال کے بعد ان کی جماعت کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا اور بڑے بڑے اہل اللہ اس میں شامل ہوئے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شیخ عبداللہ نیازی اور ان کے مرید شیخ علائی کے علم وفضل اور اخلاق و ایثار کی وجہ سے سیکڑوں جانباز اور حق پرست ان کے معتقد اور مرید بن گئے تھے۔ چنانچہ میاں آدم شاہ کلہوڑہ بھی شاہ شیخ لنکراج اور شیخ ابوبکر جتوئی کے دو واسطوں سے ان کے مرید ہو گئے۔

مہدوی تبلیغ

اب میاں آدم شاہ تبلیغِ حق و احیائے شریعت کے ارادے سے سکھر کو خیرباد کہہ کر ضلع لاڑکانہ کے تعلقہ ڈوکری کے گاؤں ہٹڑی میں پیری مریدی کی بساط بچھا کر خاموشی سے تبلیغِ حق میں مصروف رہے، اس طرح آپ کے زہد و تقویٰ کا چرچا ہر طرف پھیلا۔ چنانچہ فقیر کھیڑا ابڑو اپنے خاندان سمیت آپ کے مرید ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بوریا نشین درویش کا تذکرہ غریب جھونپڑی نشینوں سے شاہی ایوانوں تک ہونے لگا۔ یہ مشیخت و زہد فروشی کی دوکان نہ تھی بلکہ درویشی اور حق پرستی کی گرم بازاری تھی۔

عبدالرحیم خانخاناں کی آمد

اس زمانے میں سندھ پر میرزا محمد باقی ترخان حکمران تھا، جو انتہا درجہ کا بے رحم اور ظالم تھا، اس کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنی سوتیلی ماں ماہ بیگم تک کو مروا دیا تھا۔ اسی طرح ایک مرتبہ جب ترخان خاندان کے لوگ اس سے وظیفہ لینے آئے تو ان کو بھی قتل کروا دیا۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ کسی نہ کسی طرح اپنی جان بچا کر اکبر کے دربار میں پہنچے اور وہاں میرزا محمد باقی ترخان کے مظالم کی داستان بیان کی، اکبر نے عبدالرحیم خانخاناں کو سندھ کی تسخیر پر مامور کیا۔ عبدالرحیم خانخاناں کی عادت تھی کہ کسی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کا طالب ہوتا۔ اسی طرح دورانِ سفر جب کسی بزرگ کا نام سنتا تو وہاں جا کر دعا مانگتا۔ چنانچہ جب وہ کشتیوں کے ذریعے اپنا توپخانہ لے کر لاہور سے ملتان پہنچا تو پانچ سو اشرفیوں کی تھیلی لے کر درگاہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے متولی کی خدمت میں دعا کے لیے حاضری دی اور پھر جب سندھ کے

پرگنہ ساہتی کے شہر دربیلہ میں اترا تو خود حضرت مخدوم عثمان کے حضور میں پہنچ کر ان کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مخدوم عثمان اپنے وقت کے بہت نیک بزرگ تھے۔ انھوں نے خواب میں عبدالرحیم خانخاناں کو فتحِ سندھ کی بشارت دی۔ اسی طرح عبدالرحیم خانخاناں جب لاڑکانے پہنچا تو میاں آدم شاہ کی درویشی کی تعریف سن کر خود ان کی جھونپڑی میں حاضر ہوا اور ان سے دعا کے لیے عرض کیا۔ وہاں میاں آدم شاہ کے فقیروں کی حالت سے متاثر ہو کر چانڈوکہ کا علاقہ جو زرخیزی کے لحاظ سے اس زمانے میں سندھ کا بہترین علاقہ تھا بطور جاگیر میاں آدم شاہ کے خلیفے کو دے دیا۔ اس طرح تمام واقعات سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عبدالرحیم خانخاناں نے ۱۵۹۲ء میں سندھ کو فتح کر لیا۔

میاں آدم شاہ کی گرفتاری

چانڈوکہ کے علاقے کی جاگیر اتنی زرخیز اور سرسبز و شاداب تھی کہ ایک ہی فصل کے بعد میاں آدم شاہ کے فقیروں کا دماغ آسمان پر پرواز کرنے لگا۔ قرب و جوار کے جو زمیندار تھے، اب یہ ان کو بھی تنگ کرنے لگے، چنانچہ ان زمینداروں نے میاں آدم شاہ کے فقیروں کے خلاف بکھر کے مغلیہ نواب سے شکایت کی۔ درحقیقت اس زمانے میں بھی میاں آدم شاہ جاگیر کی آمدنی سے ناز و نعمتِ دنیوی کے مزے نہیں لوٹتے تھے بلکہ اپنے فکر و فاقے پر قانع رہ کر علم و حق کی خدمت میں مصروف تھے۔ بکھر کے مغلیہ نواب نے چانڈوکہ کے مظلوم زمینداروں کی شکایت ملتان کے مغلیہ گورنر کی خدمت میں پیش کی، کیونکہ اس زمانے میں سرکار بکھر، ملتان کے ماتحت تھی، اور پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس شکایت کا تذکرہ دربار میں کیا گیا۔ دہلی، گجرات اور سندھ میں بعض حضرات مہدویوں کی تکفیر و تذلیل کر رہے تھے، چنانچہ خود سید محمد میراں جون پوری جب سمہ حکمران جام نظام الدین کے دور میں سندھ کے پایۂ تخت ٹھٹھے میں وارد ہوئے تو سید حیدر ستاتی نے جو مخدوم بلاول کے خلفا میں سے تھے سید محمد میراں جون پوری کے خلاف قتل کا فتویٰ صادر کیا تھا۔ اس موقع پر میاں آدم شاہ کو کیسے فراموش کیا جا سکتا تھا۔ اس طرح دربارِ اکبری سے میاں آدم شاہ کو قید کرنے کا حکم صادر ہوا۔ چنانچہ آپ کو گرفتار کر کے ملتان لے جایا گیا۔ ملتان میں میاں آدم شاہ کے مریدان کے مرید اس کثیر تعداد میں تھے کہ وہاں کا مغلیہ نواب انھیں دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔ اسی قید و بند کی حالت میں ملتان شہر

کے کوتوال آغا شاہ محمد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہیں قید کی حالت میں جیل میں میاں آدم شاہ کو شہید کر دیا گیا اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی میت کو آپ کے مرید آغا شاہ محمد کوتوال ملتان نے سکھر لاکر پہاڑی پر دفن کیا۔

میاں آدم شاہ کا مرقد

میاں آدم شاہ اگرچہ شہید ہو گئے لیکن وہ اپنے پس ماندگان کے لیے کلہوڑہ حکومت و اقتدار کا سنگِ بنیاد خود اپنے ہاتھوں سے رکھ گئے۔ اس طرح کلہوڑہ فقیر کے ساتھ ساتھ امیر بھی بن گئے۔ ابتدا میں میاں آدم شاہ کے مرقد پر کوئی گنبد نہ تھا لیکن جب نامور کلہوڑہ حکمران میاں غلام شاہ صمصام الدولہ نے حیدر آباد کا قلعہ تعمیر کروایا تو اپنے اسلاف کی قبروں پر گنبد اور مقبرے بھی تعمیر کروائے۔ چنانچہ ۱۱۸۸ھ (بمطابق ۱۷۷۴ء) میں آپ کے مرقد پر گنبد تعمیر کیا گیا۔ اس مقبرے میں میاں آدم شاہ کی قبر کے علاوہ دو قبریں اور بھی ہیں جن میں سے ایک فقیر مستی بن زندو جویو (متوفی ۱۷۵۸ء) کی اور دوسری فقیر جام فیروز تالپور (متوفی ۱۸۰۰ء) کی ہے۔

۱۸۷۷ء میں دوسری افغان جنگ کے بعد وائسرائے لارڈ لینڈاؤں نے روسی حملے کے خطرے کے پیشِ نظر سرحدی شہروں یعنی اٹک، راولپنڈی، فیروزپور، ملتان، شیر شاہ، بہاول پور اور سکھر کی حفاظت کے لیے مورچے تعمیر کروائے، چنانچہ سکھر شہر کے ارد گرد بھی مورچے بنائے گئے۔ ایک مورچہ پرانے سکھر کے قریب سکھر نالے کے دوسری طرف تھا۔ اسی طرح ریلوے آؤٹر سگنل سے لے کر میاں آدم شاہ کی پہاڑی تک پہاڑیوں پر خندقیں تعمیر کی گئیں۔ ایک مورچہ راموجہ روڈ پر قبرستان کے شمال میں تھا جو اب ٹیلے کی شکل میں ہے۔ اسی طرح ایک مورچہ سکھر بیراج کے پاس تھا جہاں اب نئی مسجد بنی ہوئی ہے۔ ان مورچوں کے ارد گرد لوہے کی خاردار تار لگی ہوئی تھی۔ ان میں سب سے مضبوط مورچہ میاں آدم شاہ کے مقبرے والی پہاڑی پر تھا۔ یہ مورچے ۱۸۹۰ء میں تعمیر ہوئے اور ان کی نگرانی کے لیے ایک ملٹری سارجنٹ مقرر تھا جو گرم گودی کے کوارٹروں میں رہتا تھا۔ میاں آدم شاہ کی قبر والی پہاڑی پر ہلکی توپیں نصب کی گئی تھیں، اس لیے وہاں عوام کے آنے جانے پر کڑی پابندی تھی۔

پہلی جنگِ عظیم میں جب جرمنوں نے اور اتحادی طاقتوں نے ہوائی جہاز استعمال کیے تو فوجی قلعوں کی اہمیت کم ہو گئی، اس لیے سکھر کے تمام مورچے توڑ دیے گئے اور ان کے ملبے اور سامان کو فوجی محکمے

نے نیلام کر دیا۔ پھر بعد میں جب حکومت نے نئے گوٹھ والے قبرستان کے پاس ہوائی اڈہ تعمیر کرایا تو ہوائی جہازوں کی آمد و رفت کے لیے میاں آدم شاہ کی قبر والی پہاڑی پر سرچ لائٹ نصب کی گئی لیکن ہوائی میدان والی زمین شور زدہ تھی اس لیے برسات کے موسم میں زمین دلدل بن جاتی تھی چنانچہ ایسے ہی دنوں میں ایک ہوائی جہاز اس میں اس طرح زمین میں دھنس گیا تھا کہ کئی روز تک نہ نکالا جا سکا۔ اسی وجہ سے نئے گوٹھ کا ہوائی اڈہ بند کر دیا گیا اور سرچ لائٹ ختم کر دی گئی البتہ سرچ لائٹ کا پول کافی عرصے تک موجود رہا۔

درحقیقت میاں آدم شاہ کی پہاڑی ایک بہترین تربیت گاہ ہے اور اس پر شہر کو پانی کی فراہمی کے لیے پانی کا ایک ٹینک موجود ہے۔

افکارِ غزالی

مولانا محمد حنیف ندوی

اس کتاب کو امام غزالی کے شاہکار "احیاء علوم الدین" کی کامیاب تلخیص اور ان کے افکار پر سیر حاصل تبصرے کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس میں امام نے اسلامی عقائد کا پورا پورا تجزیہ کیا ہے۔ تہذیب و اخلاق کے چہرۂ زیبا کو نکھارا اور سنوارا ہے، ایمان کی گتھیوں کو سلجھایا ہے اور ان کو فکر و نظر کے نہایت ہی حسین انداز میں پیش کیا ہے۔ عبادات کی روح متعین کی ہے اور ان کی تہہ میں جو فلسفہ کارفرما ہے اس کی نشان دہی کی ہے۔ معاملات کی وضاحت کی ہے، اور بحیثیت مجموعی دین کی ایسی دلآویز تشریح کی ہے کہ جس سے الحاد و زندقہ کی تاریکیاں چھٹ کر رہ جاتی ہیں۔

مقدمے میں فاضل مؤلف نے امام کے حالات و سوانح پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان کے خیالات و افکار کس قدر اہمیت کے حامل ہیں اور علمی و دینی دنیا میں ان کا کیا مقام و مرتبہ تھا۔

صفحات ۵۲۶ قیمت ۲۵ روپے

ملنے کا پتا:- ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاھور

الفہرست : از محمد بن اسحاق ابن ندیم وراق   اردو ترجمہ : محمد اسحاق بھٹی

یہ کتاب چوتھی صدی ہجری تک کے علوم و فنون، سیر و رجال اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآن مجید، نزول قرآن، جمع قرآن اور قرائے کرام، فصاحت و بلاغت، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتب فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارس فکر، علم نحو، منطق و فلسفہ، ریاضی و حساب، سحر و شعبدہ بازی، طب اور صنعت کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علما و ماہرین اور اس سلسلے کی تصنیفات کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں واضح کیا گیا ہے کہ یہ علوم کب اور کیونکر عالم وجود میں آئے۔ پھر ہندوستان اور چین وغیرہ میں اس وقت جو مذاہب رائج تھے ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ نیز بتایا گیا ہے کہ اس دور میں دنیا کے کس کس خطے میں کیا کیا زبانیں رائج اور بولی جاتی تھیں اور ان کی تحریر و کتابت کے کیا اسلوب تھے۔ ان کی ابتدا کس طرح ہوئی اور وہ ترقی و ارتقا کی کن کن منازل سے گزریں۔ ان زبانوں کی کتابت کے نمونے بھی دیے گئے ہیں۔

ترجمہ اصل عربی کتاب کے کئی مطبوعہ نسخے سامنے رکھ کر کیا گیا ہے اور جگہ جگہ ضروری حواشی دیے گئے ہیں جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

صفحات ۹۴۲ مع اشاریہ   قیمت ۴۵ روپے

ارمغان شاہ ولی اللہ : پروفیسر محمد سرور

حضرت ولی اللہ محدث دہلوی جلیل القدر عالم اور رفیع المرتبت مصنف تھے۔ انھوں نے تفسیر، شروح حدیث، فقہ اور تصوف وغیرہ تمام عنوانات پر کتابیں لکھیں اور احکام شریعت کی حکم و مصالح کی وضاحت کی۔ "ارمغان شاہ ولی اللہ" ان کے افکار و تعلیمات کا بہترین مجموعہ اور ان کی فارسی و عربی تحریروں کا ایک عمدہ انتخاب ہے جو اردو کے قالب میں ڈھال کر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں شاہ صاحب اور ان کے بزرگوں اور مشائخ کے سوانح حیات بھی دیے گئے ہیں۔

صفحات ۵۲۰   قیمت ۳۰ روپے

ملنے کا پتا

ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور